© rasailojaraid.com

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ

سابق پروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی

# لغات القرآن

لسانی تحقیق و تدقیق ہمیشہ سے مسلمانوں کی علمی زندگی کی ایک نمایاں خصوصیت رہی ہے۔ مسلمان اقوام میں سے عربوں نے بالخصوص اپنی زبان کے ساتھ جو اعتناء کیا ہے، اور لسانی تحقیقات میں جو سرگرمی دکھلائی ہے، اس کی مثال دیگر قوموں کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ اس لسانی کد و کاوش کی ابتداء قرآن مجید کے مطالعہ سے ہوئی۔ مسلمانوں کو اور خصوصاً عجمیوں کو جب کلام پاک کے فہم و تفہیم کی ضرورت پیش آئی، تو اس سے لسانی مسائل کی تحقیق کو تحریک ملی۔ عربی زبان کے قواعد منضبط ہوئے، جس سے عربی کا علم صرف و نحو وجود میں آیا۔ از روے انصاف اس بات کا اعتراف لازم ہے کہ ان تحقیقات میں عرب علماء کے ساتھ ساتھ عجم کے فضلاء نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چنانچہ عربی گریمر کی سب سے پہلی جامع کتاب جو لکھی گئی وہ ایک ایرانی عالم سیبویہ کے قلم سے نکلی تھی۔ اسی طرح ترکستان کی خاک سے علامہ جار اللہ زمخشری جیسا عربی زبان کا بے نظیر عالم متبحر پیدا ہوا۔

عربی گریمر کی تدوین کے ساتھ ساتھ عربی الفاظ و محاورات کی جمع و تدوین بھی شروع ہوئی۔ ابتداء میں متفرق مضامین پر چھوٹے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



رسالے لکھے گئے - مثلاً کتاب الابل ، کتاب الخیل اور کتاب الشجر وغیرہ ، بعد ازاں اسی مواد کو بڑے بڑے لغات کی صورت میں ترتیب دیا گیا - عربی کتب لغت کی وسعت اور جامعیت حیرت انگیز ہے - جب ''لسان العرب'' شائع ہوئی تو اس کی سمائی بمشکل بیس جلدوں میں ہو سکی - اسی طرح قاموس کی شرح ''تاج العروس'' بڑی تقطیع کی دس ضخیم جلدوں میں طبع ہوئی - عبرانی ، یونانی اور لاطینی بھی علمی زبانیں ہیں ، لیکن ان میں کسی زبان کو ایسے مفصل اور مبسوط لغات نصیب نہیں ہوئے تھے - عربی لغاتوں کی اس حیرت انگیز وسعت اور ضخامت کی وجہ عربی زبان کی بے پایاں وسعت ہے جس پر عبور حاصل کرنا ایک معمولی آدمی کا کام نہیں - امام سیوطی نے اپنی ''اتقان'' میں ایک فقیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ''کلام العرب لا یحیط بہ الا نبی'' یعنی عربی زبان اتنی وسیع ہے کہ اس کا احاطہ ایک نبی جیسا غیر معمولی انسان ہی کر سکتا ہے - اسی مفہوم کو امام شافعیؒ نے قدرے وضاحت کے ساتھ اپنے ''رسالہ'' کی ابتداء میں یوں ادا کیا ہے کہ : لسان العرب اوسع الالسنۃ مذھباً و اکثرھا الفاظاً و لا نعلم انہ یحیط بجمیع علمہ انسان غیر نبی - یعنی عربوں کی زبان تمام زبانوں سے زیادہ وسیع ہے اور اس کے الفاظ بھی مقابلتہً زیادہ کثیر ہیں - اور ہمیں معلوم نہیں کہ کوئی انسان سوائے ایک نبی جیسے عبقری کے اس کے تمام علم کا احاطہ کر سکتا ہے - (الرسالۃ للامام الشافعیؒ - مطبوعہ قاہرہ ، صفحہ ۴۳) -

عربی زبان کا ظرف بہت وسیع ہے - اس نے غیر زبانوں کے سینکڑوں الفاظ معرب کر کے یعنی اپنے قالب میں ڈھال کر اپنے دامن میں سمیٹ لیے ہیں - اس قسم کے بیسیوں الفاظ قرآن مجید میں بھی مستعمل ہوئے ہیں - رسالہ ہذا میں اسی نوعیت کے متعدد الفاظ کی لغوی تشریح مقصود ہے جس میں ان کے اصلی ماخذ کا کھوج لگایا گیا ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس تشریح سے پہلے اس مسئلہ کو صاف کرنا ضروری ہے کہ آیا قرآن مجید میں عجمی الفاظ پائے جاتے ہیں ، یا وہ ''عربی مبین'' کی حیثیت سے غیر زبانوں کے الفاظ سے پاک ہے ؟ اس مسئلہ پر ائمہؒ اسلام دو گروہوں میں منقسم ہیں ، اور ان دونوں نے اپنی رائے کے اثبات میں بہت سے دلائل دیے ہیں ۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ، عکرمہؒ اور مجاہدؒ اس بات کے قائل تھے کہ قرآن مجید میں عجمی زبانوں کے الفاظ پائے جاتے ہیں ، اور انھوں نے متعدد الفاظ مثلاً انجیل ، مشکوۃ اور یم کے متعلق تصریح کی ہے کہ یہ عجمی ہیں ۔ بعض دیگر مفسرین بھی اس بات میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتے کہ قرآن مجید میں عجمی الفاظ کے وجود کا اعتراف کریں ۔ کیونکہ ان کی یہ رائے ہے کہ جو عجمی الفاظ معرب بن جائیں ، اور عربی قالب میں ڈھال لیے جائیں ، ان کا استعمال مخل فصاحت نہیں ہو سکتا ، کیونکہ وہ عسیر الفہم نہیں رہتے بلکہ معرب بننے کے بعد قریب الفہم بن جاتے ہیں ۔

لیکن اس قول کے بر عکس بہت سے ائمہ یعنی امام شافعیؒ ، امام ابن جریر طبریؒ ، ابو عبیدہ معمر بن مثنی ، قاضی ابوبکر باقلانی اور ابن فارس قزوینی قرآن پاک میں عجمی الفاظ کے وجود کے منکر ہیں ۔ ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن نے کئی مرتبہ کہا ہے کہ اس کی ''عربی مبین'' ہے یعنی وہ ایسی واضح زبان میں نازل ہوا ہے ، جس کو عرب لوگ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں ۔ اس ضمن میں وہ اس آیت کا حوالہ دیتے ہیں : و لو جعلنا قرآناً اعجمیاً لقالوا لو لا فصلت آیاته اعجمی و عربی ۔ اس کے علاوہ قرآن کریم فرماتا ہے : ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه لیبین لهم ۔

ان کے دیگر ہم خیال علماء نے بھی یہ دلیل پیش کی ہے کہ قرآن مجید میں عجمی الفاظ کے وجود کو تسلیم کرنے سے عربی زبان پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ وہ ناقص اور نامکمل ہے ۔ اور پیغام خداوندی کو ادا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کرنے سے قاصر ہے حالانکہ خدا تعالیٰ نے اپنے پیغام کے لیے ایسی زبان اختیار کی جو سب زبانوں سے اکمل ہے اور ادائے مطالب کے لیے نبطی یا فارسی یا سریانی زبانوں کی محتاج نہیں ۔ ابن فارس نے لکھا ہے کہ اگر قرآن میں غیر عربی الفاظ آئے ہیں تو اس سے یہ شبہ پیدا ہوگا کہ عربی دیگر زبانوں کے مقابلے میں نامکمل ہے ۔

امام طبری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قرآن کے بعض الفاظ کی تفسیر میں جو یہ کہا گیا ہے کہ ابن عباسؓ اور دیگر مفسروں نے بعض الفاظ کو فارسی اور بعض کو حبشی یا نبطی بتایا ہے ، تو دراصل یہ الفاظ کا توارد اور توافق ہے ۔ یعنی عربوں اور ایرانیوں اور حبشیوں نے یکساں الفاظ کو اتفاقاً استعمال کیا ہے ۔ لیکن امام موصوف کی یہ توجیہ تسلی بخش نہیں کیونکہ سینکڑوں الفاظ کے متعلق مختلف اقوام کا توارد و توافق تجربہ اور قیاس دونوں کے خلاف ہے ۔

ابو منصور الثعالبی نے اپنی کتاب الجواہر میں اس مسئلہ کو یہ کہہ کر سلجھانے کی کوشش کی ہے کہ قرآن مجید ''مبین'' یعنی واضح بیان میں نازل ہوا ہے اور اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو عربی نہ ہو یا جسے کسی غیر زبان کی مدد کے بغیر سمجھا نہ جا سکے ۔ قدیم عربوں کے شام اور حبشہ کے ساتھ تجارتی تعلقات تھے اور وہ ان ملکوں کا سفر کیا کرتے تھے ۔ انھوں نے عجمی الفاظ اخذ کر لیے ، لیکن ان میں کچھ تبدیلیاں کر دیں ۔ مثلاً بعض حروف کو گرا دیا اور بعض عجمی الفاظ میں جو ثقالت تھی ، اسے دور کر دیا اور پھر ان الفاظ کو اپنی شاعری اور گفتگو میں استعمال کیا ۔ چنانچہ اس طرح سے وہ الفاظ خالص عربی الفاظ کی مثل بن گئے اور ان کے لٹریچر کے علاوہ قرآن مجید میں بھی استعمال ہوئے ۔ لہٰذا حقیقت یہ ہے کہ یہ الفاظ پہلے عجمی تھے لیکن جب عربوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ان سے کام لیا ، اور ان کو معرب بنا لیا ، تو وہ الفاظ اس لحاظ سے عربی بن گئے ۔

امام جلال الدین سیوطی نے بھی تقریباً اسی رائے کا اظہار کیا ہے ، اور اتقان میں اس بحث کو ان الفاظ کے ساتھ ختم کیا ہے کہ : "میرے نزدیک صحیح رائے وہ ہے جس سے دونوں قولوں کی تصدیق ہوتی ہے ۔ یہ الفاظ اپنے اصل کے لحاظ سے عجمی ہیں لیکن جب وہ عربوں کے استعمال میں آئے اور انھوں نے ان کو معرب بنا لیا اور ان کو تبدیل کر کے اپنے الفاظ کی صورت دے دی تو وہ الفاظ عربی بن گئے اور جب قرآن نازل ہوا ، تو یہ الفاظ عربوں کے کلام میں مختلط ہو چکے تھے ۔ لہٰذا جو شخص یہ بات کہے کہ یہ الفاظ اپنی موجودہ معرّب صورت میں عربی ہیں تو وہ بھی سچا ہے ، اور جو شخص یہ کہے کہ وہ الفاظ اپنے اصل مأخذ کے لحاظ سے عجمی ہیں ، تو وہ بھی سچا ہے ۔"

ابو منصور جوالیقی اور ابن الجوزی بغدادی کے اقوال بھی اسی قول کے قریب قریب ہیں ۔

اب ہم ناظرین کی خدمت میں چند ایک ایسے قرآنی الفاظ کی لغوی تشریح پیش کرتے ہیں ، جن کے متعلق اکثر محققین کی رائے ہے کہ وہ اپنے اصلی مأخذ کے لحاظ سے عجمی ہیں ، لیکن معرب بننے کے بعد عربی زبان کا جزء بن گئے ہیں اور قرآن پاک نے ان کو جس بے تکلفی سے استعمال کیا ہے ، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول مقبول (صلی اللہ علیہ و سلم) کے اولین مخاطب ان الفاظ کے مفہوم و معنی سے بخوبی واقف تھے اور ان کا استعمال قرآن پاک کی زبان کے مبین ہونے میں کسی طرح حارج و حائل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی فصاحت میں مخل ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



## آدم

آدم ایک عربی کلمہ ہے بمعنی ابوالبشر ۔ تورات اور قرآن مجید کی رو سے آدم پہلا بشر ہے جسے خداوند کریم نے پیدا کیا تھا ۔ آدم کا لفظ عربی کے علاوہ کنعانی (فنیقی) عبرانی اور سریانی زبانوں میں بھی موجود ہے ۔ گویا متعدد سامی زبانوں کا ایک مشترک کلمہ ہے ۔

آدم کا لفظ سب سے پہلے تورات کے سفرالتکوین میں استعمال ہوا تھا اور بعد ازاں قرآن پاک کی مختلف سورتوں میں کم از کم پچیس مرتبہ آیا ہے ۔

ابو منصور جوالیقی نے کتاب المعرب میں آدم کے لفظ کو عربی بتایا ہے ۔ لیکن علامہ زمخشری اور قاضی بیضاوی نے اسے ایک عجمی کلمہ قرار دیا ہے ۔ راغب اصفہانی نے لفظ آدم کے اشتقاق کے بارے میں متعدد اقوال نقل کیے ہیں اور ایک قول یہ روایت کیا ہے کہ آدم آدمہ سے مشتق ہے جس کے معنی گندمی رنگت کے ہیں ۔ اگر اس قول کو قبول کر لیا جائے تو آدم کا وزن اسود اور احمر کی طرح افعل قرار پائے گا ۔

عربی میں آدم کا لفظ صرف ابوالبشر کے لیے اسم علم کے طور پر استعمال ہوا ہے ۔ لیکن عبرانی اور کنعانی زبانوں میں عام انسانوں کے لیے بھی آیا ہے ۔

آدم کا لفظ مغربی قوموں نے بھی اسم علم کے طور پر اختیار کیا ہے اور ان کے ہاں حسب ذیل مختلف صورتوں میں پایا جاتا ہے :

| | |
|---|---|
| English, German French and Danish | Adam |
| Italian | Adamo |
| Spanish | Adan |
| Portuguese | Adao |

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



## ابراہیم

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی وجہ تسمیہ تورات کے سفرالتکوین میں یوں بیان کی گئی ہے :

و لما کان ابرام ابن تسع و تسعین سنة ظهر الرب لابرام و قال له انا الله القدیر و تکون ابا لجمهور من الامم و الماءک کثیرا جدا و جعلک امما و ملوک منک یخرجون .

ترجمہ : جب ابرام ۹۹ سال کی عمر کو پہنچا ، تو پروردگار ابرام پر ظاہر ہوا اور اس نے کہا کہ میں اللہ قدیر ہوں اور تو بہت سے قوموں کا باپ بنے گا ۔ پس تو ابرام کے نام سے نہیں پکارا جائے گا ۔ بلکہ تیرا نام ابراہیم ہوگا ۔ کیونکہ میں تجھے بہت سی قوموں کا باپ بناؤں گا اور تجھے بہت سی اولاد دوں گا اور تجھ سے بہت سی قومیں بناؤں گا اور تیری نسل سے بہت سے بادشاہ پیدا ہوں گے ۔

ابراہیم کو انگریزی میں Abraham لکھتے ہیں ۔ ابرہہ کا اسم علم غالباً ابراہیم کی مرحم صورت ہے ۔

## اِبریق

عربی زبان میں ابریق کے معنی لوٹا ہیں ، یعنی پانی رکھنے کا ظرف جس میں پانی انڈھیلنے کے لیے ایک ٹوٹی لگی ہوتی ہے ۔

یہ لفظ بصیغۂ جمع یعنی اباریق قرآن مجید میں جنت کی نعمتوں کے بیان میں ایک مرتبہ یوں مذکور ہوا ہے :

یطوف علیهم ولدان مخلدون باکواب و اباریق و کأس من

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



معین (سورۃ الواقعہ)

ترجمہ : (ان پر یعنی اہل جنت پر گردش کریں گے نوجوان جو سدا جوان رہیں گے - آب خورے اور آفتابے لے کر اور شراب ناب کے جام) -

ثعالبی (فقہ اللغۃ) جوالیقی (کتاب المعرب) اور سیوطی (المزہر) کے علاوہ لسان العرب اور تاج العروس کے مؤلف سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہ لفظ فارسی زبان سے لیا گیا ہے -

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ ابریق کی اصلی فارسی صورت کیا تھی - فارسی جدید میں لوٹے کے لیے آبریز کا لفظ مستعمل ہے - ابریق غالباً کسی پہلوی لفظ کا معرب ہوگا - وہ لفظ آبریز تھا یا کچھ اور ، ہنوز فیصلہ طلب بات ہے -

اثل

اثل ایک قسم کا درخت ہے ، جس کا ذکر سورۂ سبا میں صرف ایک مرتبہ آیا ہے :

فاعرضوا فارسلنا علیھم سیل العرم و بدّلنا ھم بجنتین ذواتی آکل خمط و اثل و شی ء و من سدر قلیل

ترجمہ : (پس انھوں نے روگردانی کی ، پس ہم نے ان پر بند کا سیلاب بھیجا (یعنی وہ سیلاب جو بند کے ٹوٹنے سے آیا تھا) اور ہم نے ان کے دو باغات کو بدل دیا ایسے دو باغات سے جن میں بدمزہ میوے تھے اور جھاؤ کے درخت تھے اور چند ایک بیریاں تھیں) -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اثل جس کا ذکر آیت بالا میں آیا ہے ، دیار عرب کا ایک معروف درخت ہے جس کی شکل و صورت کھجور کی مانند ہوتی ہے ، لیکن اس میں کوئی پھل نہیں لگتا ، اور اس کی لکڑی صرف عمارت کے کام آتی ہے - اردو میں اسے جھاؤ اور انگریزی میں tamarisk کہتے ہیں -

## اسرائیل

## (بنی اسرائیل)

حضرت اسحاقؑ کے بیٹے اور حضرت ابراہیمؑ کے پوتے حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا - اسی لیے ان کی اولاد بنو اسرائیل کہلائی اور قرآن مجید میں ان کا ذکر اسی نام سے آیا ہے -

تورات کی (کتاب پیدائش) میں لکھا ہے کہ :

ظہر اللہ یعقوب ایضاً و بارکه و قال له اللہ اسمک یعقوب لا یدعی اسمک فیما بعد یعقوب بل یکون اسمک اسرائیل فدعا اسمه اسرائیل

ترجمہ : (یعنی خدا یعقوب پر بھی ظاہر ہوا اور اس کو برکت دی ، اور اللہ نے اس سے کہا کہ تیرا نام یعقوب ہے لیکن اس کے بعد تمھیں یعقوب کے نام سے نہیں پکارا جائے گا ، بلکہ تیرا نام اسرائیل ہوگا ، پس اس نے اسے اسرائیل کے نام سے پکارا) -

حضرت یعقوبؑ کی اولاد قحط کے زمانے میں مصر میں جا کر آباد ہو گئی تھی اور جب فرعون یعنی مصر کے بادشاہ نے ان پر ظلم و ستم کرنا شروع کیا ، تو ان کے درمیان حضرت موسیٰؑ نے ظہور کیا ، جو ان کو مصر سے صحیح سلامت نکال کر لے آئے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد بنو اسرائیل نے کنعان کا ملک فتح کیا اور وہاں اپنی حکومت قائم کی۔ اسی زمانے میں حضرت داؤدؑ ان کے درمیان پیدا ہوئے۔ داؤدؑ ان کے بادشاہ بھی تھے اور ان کے پیغمبر بھی۔ ان کا زمانہ حضرت عیسیٰؑ سے ایک ہزار سال پیشتر کا ہے۔ داؤدؑ کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ تخت حکومت پر بیٹھے۔ انھوں نے اپنے عہد میں اورشلیم میں محلات کے علاوہ ہیکل بھی تعمیر کیا۔

حضرت سلیمانؑ کی وفات (۹۳۲) کے بعد بنو اسرائیل کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ شمالی حصے کا دارالحکومت سامریہ قرار پایا، اور اورشلیم کی حکومت کے ساتھ صرف یہودا اور ابن یمین کے دو قبیلے رہ گئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو بعد ازاں یہود یا یہودی کہلائے۔ قرآن مجید نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے ہم عصر اسرائیلیوں کو یہود ہی کے نام سے پکارا ہے۔

چھٹی صدی قبل مسیح میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے یہود کی سلطنت کو تسخیر کرکے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اور بہت سے یہودیوں کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ بعد ازاں رومیوں نے یہود کے ملک کو فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ جب یہودیوں نے ۷۰ء میں بغاوت کی تو رومیوں نے اورشلیم کو تباہ و برباد کر دیا۔ بہت سے یہودی مارے گئے۔ جو لوگ باقی بچے، ادھر ادھر بھاگ گئے۔ اس طرح یہود کی دونوں ریاستوں کا خاتمہ ہو گیا۔ گمان غالب ہے کہ مدینہ اور خیبر کے یہودی قبیلے اسی زمانے میں حجاز میں آ کر آباد ہوئے تھے۔

اسرائیل میں ایل کا جو لفظ آیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسرائیل ایک عبرانی نام ہے۔ عبرانی میں ایل کے معنی الہ ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



## الاحقاف

قرآن مجید کے مطابق ''الاحقاف'' جزیرۃ العرب کا وہ خطہ ہے جو قدیم زمانے میں قوم عاد کا مسکن تھا ۔ چنانچہ سورۃ الاحقاف میں ہے :

و اذکر اخا عاد اذ انذر قومہ فی الاحقاف

ترجمہ : اور یاد کر عاد کے بھائی کو جب اس نے اپنی قوم کو احقاف کی سرزمین میں ڈرایا ۔

ذیل کی آیات میں اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے کہ عاد کے بھائی سے حضرت ہود[ع] مراد ہیں جو قوم عاد کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے :

کذبت عاد المرسلین o اذ قال لھم اخوھم ھود الا تتقون o انی لکم رسول امین o (سورۃ الشعراء)

ظہور اسلام سے پہلے عاد کی قوم ناپید ہو چکی تھی ، اس لیے علماء انساب نے اس کو عرب بائدہ میں شمار کیا ہے ۔

عربی زبان میں حقف کے معنی منحنی شکل کا ریتلا ٹیلہ یا تودا ہے ۔ احقاف اسی حقف کی جمع کا صیغہ ہے اور احقاف کا اطلاق اس وسیع و عریض صحرا پر ہوتا ہے جو یمن کے مشرق میں کئی سو مربع میل تک پھیلا ہوا ہے اور سراسر ریتلے ٹیلوں سے پٹا پڑا ہے ۔ چونکہ وہاں ریت کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا اس لیے عرب لوگ احقاف کو الرمل کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں ۔

## اسماعیل

حضرت اسماعیل[ع] حضرت ابراہیم[ع] کے بیٹے تھے جو ان کی مصری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



زوجہ ہاجرہ کے بطن سے تھے ۔ ان کا ذکر قرآن مجید میں کئی بار آیا ہے ۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں ہے :

و اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ○

ترجمہ : اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (تو انھوں نے کہا) اے ہمارے پروردگار ، ہم سے قبول کر تو سننے والا اور علم والا ہے ۔

تورات کی کتاب پیدائش میں اسماعیلؑ کی وجہ تسمیہ یوں بیان ہوئی ہے :

قال لھا ملاک الرب ھاانت حبلی فتلدین ابناً و تدعین اسمہ اسماعیل لان الرب قد سمع لمذلتک ○

ترجمہ : پروردگار کے فرشتہ نے اس سے یعنی ہاجرہ سے کہا کہ تو حاملہ ہے ، پس تو ایک بیٹا جنے گی اور تو اسے اسماعیل کے نام سے پکارے گی کیونکہ پروردگار نے تیری فریاد سن لی ہے ۔

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ اسماعیل ایک عبرانی نام ہے جو سمع اور ایل سے مل کر بنا ہے ۔ اس میں ایل اللہ کا مترادف ہے ۔

## استبرق

قرآن مجید میں اہلِ جنت کے جن شاندار اور پُرتکلف کپڑوں کا ذکر آیا ہے ، ان میں حریر اور سندس کے علاوہ استبرق بھی شامل ہے ۔

سورۃ الانسان میں استبرق کا لفظ چار مرتبہ مذکور ہوا ہے :

علیھم ثیاب سندس خضر و استبرق و حلوا اساور من فضۃ وسقٰھم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ربهم شراباً طهوراً o

ترجمہ : اُن پر یعنی اہلِ جنت پر سبز سندس کے کپڑے ہوں گے ، اور استبرق ہوگا ، اور اُن کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے ۔ اور اُن کا پروردگار ان کو پاکیزہ شراب پلائے گا ۔

سورۃ الرحمٰن میں ہے :

متکئین علی فرش بطائنها من استبرق o

ترجمہ : اور وہ یعنی اہلِ جنت ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے بیٹھیں گے ، جن کے استر استبرق یعنی موٹی اطلس کے ہوں گے ۔

سورۃ الکھف میں ہے :

و یلبسون ثیاباً خضراً من سندس و استبرق متکئین فیها علی الارائک نعم الثواب و حسنت مرتفقا o

ترجمہ : وہ سبز سندس اور استبرق کا لباس پہنیں گے اور چھپرکھٹوں پر تکیہ لگائے بیٹھیں گے ۔ یہ کیا ہی اچھا ثواب ہے اور اچھا ٹھکانا ہے ۔

اہلِ جنت کے لباس کے ضمن میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ ان کا لباس سربسر سبز رنگ کا ہوگا ۔ اور اس کی غالباً یہ وجہ ہے کہ تمام رنگوں میں سے سبز رنگ قطعی طور پر انسان کی آنکھوں کے لیے زیادہ خوش گوار ہے ۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اہلِ جنت جس رفرف یعنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھیں گے وہ بھی سبز رنگ کا ہوگا چنانچہ سورۃ الرحمٰن میں اشارہ ہوا : متکئین علی رفرف خضر و عبقری حسان ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



## اصحاب الاخدود

اصحاب الاخدود سے یمن کے وہ یہودی لوگ مراد ہیں جنھوں نے جنوبی عرب کے یہودی حاکم ذونواس کے زمانے میں مذہبی تعصب کی بنا پر اخدود یعنی گڑھے کھود کر نجران کے عیسائیوں کو آگ میں جلا ڈالا تھا ۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تبع ابوکرب اسعد نے جس کا دور حکومت چوتھی صدی عیسوی کے اواخر میں تھا ، یہود مدینہ کے اثر سے پہلے خود یہودی مذہب اختیار کیا ، اور اسے پھر اہل یمن میں رائج کیا ۔ ذونواس اسی کے جانشینوں میں سے تھا جس نے نجران کے عیسائیوں پر ظلم و ستم کیا اور انھیں گڑھے کھود کر آگ میں جلا ڈالا ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ذکر سورۃ البروج میں اصحاب الاخدود کے نام سے آیا ہے :

قتل اصحاب الاخدود ۝ النار ذات الوقود ۝ اذھم علیھا قعود ۝ و ھم علی مایفعلون بالمؤمنین شھود ۝

ترجمہ : ہلاک ہو جائیں خندقوں والے جو ایندھن سے آگ جلا رہے تھے ، اور وہ ان خندقوں پر بیٹھے تھے ، اور جو کچھ سلوک وہ مؤمنوں کے ساتھ کر رہے تھے ، اسے دیکھ رہے تھے ۔

بیت ارخام کے بشپ شمعون نے اپنے ایک خط میں اس حادثہ کو تفصیل سے لکھا ہے جو ۵۲۳ء میں پیش آیا تھا ۔ اس المناک واقعہ سے مشتعل ہو کر قیصر روم نے اہل حبشہ کو یمن پر حملہ کرنے کے لیے ابھارا ، اور ذونواس نے حبشیوں سے شکست کھائی اور ۵۲۵ء میں بحر قلزم میں ڈوب کر مر گیا ۔ اس سے تبابعہ یعنی یمن کے حمیری خاندان کا خاتمہ ہو گیا ، اور ملک میں اہل حبشہ کی حکومت قائم ہو گئی جو ظہور اسلام تک باقی رہی ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نجران کا وہ مقام جہاں یہ حادثہ پیش آیا تھا اور جہاں خندقیں کھودی گئی تھیں ، مقامی عربوں کے ہاں اب تک الاخدود کے نام سے مشہور چلا آ رہا ہے ۔ اور یہ بات عین ممکن ہے کہ قدیم گڑھوں کے کچھ نشانات اور آثار اب تک وہاں باقی ہوں ۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اخدود خد کی جمع ہے اور خد کے معنی گڑھے کے ہیں ۔ پنجابی زبان کا لفظ کھڈ صوتی اور معنوی لحاظ سے خد سے بہت کچھ مشابہت رکھتا ہے ۔

## اصحاب الفیل

اصحاب الفیل سے وہ حبشی لشکر مراد ہے جس نے ۵۷۰ء میں خانہ کعبہ پر چڑھائی کی تھی ، اور اس مہم میں ان کا سپہ سالار ابرہہ ایک ہاتھی پر سوار تھا ، اس لیے اس کے ساتھی اصحاب الفیل کہلائے ۔ اسی فیل کی مناسبت سے وہ سورت بھی سورۃ الفیل کہلاتی ہے جس میں اہلِ حبشہ کی فوج کشی اور ان کے لشکر کی تباہی اور بربادی کا ذکر آیا ہے :

الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل ٥ الم یجعل کیدھم فی تضلیل ٥ و ارسل علیھم طیراً ابابیل ٥ ترمیھم بحجارۃ من سجیل فجعلھم کعصف ماکول ٥

ترجمہ : کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا ۔ کیا اس نے اُن کی تدبیر کو ناکام نہیں بنا دیا تھا ۔ اس نے ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے جو ان پر کھنگروں کے سنگ ریزے برساتے تھے ۔ پس اُن کو چرے ہوئے گھاس کی مانند نیست و نابود کر دیا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



## اعراب

اعراب کا لفظ قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں دس مرتبہ آیا ہے ، اورسورۃ براءۃ میں اعراب کی اس معاندانہ روش کی تفصیل ہے ، جو انھوں نے اسلام کے بارے میں اختیار کر رکھی تھی چنانچہ ارشاد ہوا :

الاعراب اشد کفراً و نفاقاً و اجدر ان لایعلموا حدود ما انزل اللہ علی رسولہ و اللہ علیم حکیم o

ترجمہ : اعراب کفر اور نفاق میں سب سے زیادہ سخت ہیں اور اللہ نے اپنے رسول پر جو احکام نازل کیے ہیں ، ان کو نظر انداز کرنے اور ان کو پس پشت ڈالنے پر سب سے زیادہ آمادہ ہیں اور اللہ علم والا اور حکمت والا ہے ۔

اس سورت میں اعراب کا جو لفظ آیا ہے ، اس سے مراد جزیرۃ العرب کے بادیہ نشین قبائل ہیں جو صحراء میں رہتے تھے اور جن کی گزران شتربانی پر تھی اور اب بھی ہے ۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جزیرۃ العرب کی آبادی قدیم الایام سے دو حصوں میں منقسم چلی آئی ہے ۔ ایک اہل الحضر یا حضری ہیں ، جو شہروں یا قریوں میں سکونت رکھتے ہیں اور کھیتی باڑی یا تجارت کرتے ہیں ۔

دوسری قسم اہل البدو یا بادیہ نشین صحرائی لوگوں کی ہے جن کی معاش کی بنیاد اونٹوں کی پرورش ہے ، اور جو چارہ اور پانی کی تلاش میں نقل مکانی پر مجبور ہیں ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو قرآن پاک نے اعراب کہا ہے ۔

اعراب کا مفرد کا صیغہ اعرابی ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



## اله

عربی میں اله کے معنی خدا یا معبود ہیں ، اله کا لفظ عام ہے جو خدا کے لیے استعمال ہوتا ہے ، خواہ وہ معبود حقیقی ہو یا باطل ۔

عبرانی اور سریانی زبانوں میں اله کا مترادف ایل ہے ۔ مثلاً جب حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر چڑھایا گیا ، تو اُن کی زبان سے یہ فریاد بے ساختہ نکلی تھی : ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی الٰہی ، الٰہی لماذا ترکتنی ۔

امام راغب اصفہانی کی مفردات القران میں اله کے اشتقاق کے بارے میں جو متعدد اقوال منقول ہیں ، وہ محض قیاسی اور تخمینی ہیں ، جن سے پڑھنے والے کی تشفی نہیں ہوتی ۔

قدیم عرب سورج کو الاھہ یعنی دیوی کہہ کر پکارتے تھے ، کیونکہ دیگر سامی قوموں کی طرح عرب بھی شمس یعنی سورج کو مؤنث تصور کرتے تھے ۔

الٰہ کا لفظ خدائے برحق کے معنی میں قرآن مجید میں بکثرت استعمال ہوا ہے ، مثلاً سورۂ بقرہ میں ہے :

و الھکم اله واحد ۚ لا اله الا هو الرحمٰن الرحیم ٥

ترجمہ : یعنی تمھارا خدا خدائے واحد ہے ، اس کے سوائے اور کوئی معبود نہیں ہے ۔ وہ رحمٰن رحمت والا ہے ۔

اله کی جمع آلھة آتی ہے ۔ قرآن مجید میں آلھة کا لفظ کئی مرتبہ آیا ہے ، مثلاً سورۃ الانبیاء میں ہے :

ام لھم آلھة تمنعھم من دوننا ٥

ترجمہ : یعنی کیا ہمارے سوائے ان کے کوئی اور معبود بھی ہیں ، جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ان کو ہم سے بچا سکیں ۔

## اللہ

اہل اسلام کے ہاں اللہ خدائے برحق کا مخصوص نام ہے ، جو قرآن مجید میں ۲۶۹۷ مرتبہ استعمال ہوا ہے ۔

اللہ کا نام ظہور اسلام سے پہلے بھی عربوں کے ہاں معروف تھا ۔ لیکن وہ اس کے ساتھ کئی ایک دیوی دیوتاؤں کو بھی شریک کرتے تھے ؛ اسی لیے قرآن پاک نے ان کو مشرک کہا ہے ۔

لفظ اللہ کے اشتقاق اور اس کی ترکیب کے بارے میں بہت سے اقوال آئے ہیں لیکن معقول ترین قول یہ ہے کہ اللہ کا لفظ الہ کی ابتدا میں ال تعریف بڑھانے سے بنا ہے ۔

## انجیل

ازروے قرآن مجید انجیل وہ الہامی کتاب ہے ، جو خداوند کریم نے حضرت عیسیٰؑ پر نازل کی تھی ۔ انجیل کا لفظ قرآن پاک میں بارہ مرتبہ استعمال ہوا ہے ۔ سورۃ المائدہ میں انجیل کا ذکر یوں آیا ہے :

و قفینا علی آثارھم بعیسی بن مریم مصدقاً لما بین یدیه من التوراۃ و آتینه الانجیل فیه ھدی و نور ۝

ترجمہ : یعنی ہم نے انبیاء کے بعد ان کے قدم بقدم عیسیٰؑ فرزند مریمؑ کو بھیجا ، جس نے پیش نظر تورات کی تصدیق کی اور ہم نے اسے انجیل دی ، جس میں ہدایت اور روشنی ہے ۔

جو انجیل آج کل عیسائیوں کے ہاں متداول ہے ، وہ ایک انجیل نہیں بلکہ چار الگ الگ کتابیں ہیں ۔ ان میں سے ہر ایک اپنے مؤلف کی طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



منسوب ہے ۔ ان چار انجیلوں کو متی ، مرقس ، لوقا اور یوحنّا نے علماء مغرب کی تحقیقات کے مطابق حضرت عیسیٰ[۴] کے تقریباً ایک سو سال بعد تالیف کیا تھا ۔ ان میں حضرت عیسیٰ[۴] کی تعلیمات کے علاوہ ان کی زندگی کے متفرق واقعات اور معجزات اور کرامات کا ذکر آیا ہے ۔

ابو منصور جوالیقی نے اپنی کتاب المعرب میں صحیح طور پر انجیل کو ایک عجمی کلمہ بتایا ہے ، جسے معرب کر لیا گیا ہے ۔ اس کے بعد اس نے بعض لوگوں کا یہ قول بھی نقل کیا ہے ، کہ اگر انجیل عربی لفظ ہے تو اس کا اشتقاق نجل سے ہوگا ، اور وہ انعیل کے وزن پر ہے ۔ لیکن علامہ زمخشری نے اس قول کو قبول نہیں کیا ، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ''تورات اور انجیل دونوں عجمی یعنی غیر عربی لفظ ہیں اور تکلف سے کام لے کر ان کو وری اور نجل سے مشتق بتانا اور ان کو تفعلہ اور افعیل قرار دینا صرف اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب یہ دونوں لفظ عربی ہوں ۔

جوالیقی اور خفاجی دونوں نے انجیل کو معرّب بتایا ہے ۔ لیکن انھوں نے اس عجمی لفظ کی نشان دہی نہیں کی جس کی تعریب کی گئی ہے ۔ ابن الاثیر جزری نے النہایۃ میں لکھا ہے کہ یہ کلمہ عبرانی ہے یا سریانی یا عربی ۔ علامہ زبیدی نے بھی تاج العروس میں اس اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ بعض لوگ انجیل کو عبرانی کہتے ہیں ، بعض سریانی اور بعض عربی ۔ لیکن انھوں نے اس بارے میں خود کوئی قطعی بات نہیں کہی ۔ علماء لغت کے نزدیک قول راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ انجیل عربی نہیں بلکہ کسی غیر زبان کا لفظ ہے ، لیکن وہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ لفظ کس زبان سے آیا ہے ، اور اس کی اصلی صورت کیا تھی ۔

لفظ انجیل کے بارے میں مغربی علماء کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دراصل یونانی لفظ Evaggelion ہے ، جو غالباً آرامی کے توسّط سے عربی میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



داخل ہوا تھا ۔ اس یونانی لفظ کے لغوی معنے بشارت یا خوش خبری ہے ۔ مروجہ اناجیل کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے پیغام کو آسمانی بشارت کہتے تھے ، جسے انھوں نے الخلیل اور فلسطین کے دیگر شہروں اور قریوں میں چل پھر کر سنایا ، اور اپنے حواریوں سے بھی کہا کہ جاؤ اور لوگوں کو خوش خبری دو کہ آسمانی بادشاہت کا وقت قریب آ پہنچا ہے ۔ لوقا کی انجیل کے باب چہارم میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰؑ شہر ناصرہ میں یہودیوں کی عبادت گاہ میں گئے اور اِشعیا نبی کی کتاب کھول کر یہ عبارت پڑھی کہ ''خدا کی روح مجھ پر غالب آئی ہے ، کیوں کہ اس نے مجھ کو مسح کیا ہے تاکہ میں مسکینوں کو یہ بشارت سناؤں کہ اس نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں دل شکستہ لوگوں کو شفا دوں ، اسیروں کی آزادی کی منادی کروں ، جو اندھے ہیں ان کو بینائی عطا کروں اور جو مظلوم ہیں ان کو آزاد کر دوں ۔'' حضرت مسیحؑ نے اپنی تعلیم اور اپنے پیغام کو بشارت سے تعبیر کیا تھا ، اس لیے وہ کتاب بھی جس میں ان کی سیرت اور تعلیم مدون اور محفوظ ہوئی ، انجیل یعنی بشارت کہلائی ۔

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کے اہلِ وطن کی زبان آرامی تھی ، پھر ان کے پیغام کے لیے ایک یونانی لفظ کیوں استعمال ہوا ۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں فلسطین اور مشرقِ وسطیٰ کے اکثر ملکوں میں کئی صدیوں سے یونانی ایک علمی زبان کی حیثیت سے رائج چلی آ رہی تھی ۔ اگرچہ قدیم یونانی قوم کی حکومت مدت دراز سے زوال پذیر ہو چکی تھی ، لیکن ان کے علوم کا سکہ ابھی تک جاری تھا ، اور ان کی زبان کا علمی تسلط بہت سے ملکوں پر ہنوز قائم تھا ، لہٰذا حضرت عیسیٰؑ کے مبلغوں اور حواریوں نے اپنے دین کی اشاعت کے لیے اسی عالمگیر علمی زبان سے کام لیا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



چنانچہ اناجیل اربعہ یونانی زبان ہی میں لکھی گئیں ۔ چونکہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پیغام اور تعلیم کو بار بار بشارت کہا تھا ، اس لیے وہ انجیل کے نام سے موسوم ہوئیں ، جس کے معنی خوش خبری کے ہیں ۔

انگریزی زبان میں انجیل کے لیے Gospel کا جو لفظ مستعمل ہے ، اس کے معنی بھی بشارت ہیں ۔ گاسپل گویا انجیل کا لفظی ترجمہ ہے ۔

انگریزی لفظ Evangel بھی مذکورہ بالا یونانی کلمے سے ماخوذ ہے چنانچہ اناجیل اربعہ کے مؤلفین کو Four Evangelists کہتے ہیں ۔

## انصار

انصار کا لفظ نصر سے مشتق ہے ، جس کے معنی امداد کرنے کے ہیں ۔ اور اہلِ اسلام کی اصطلاح میں انصار سے مراد مدینے کے وہ مسلمان ہیں ، جنھوں نے رسول خداؐ اور مکے کے مہاجرین کو اپنے شہر میں پناہ دی تھی اور ان کی ہر طرح نصرت یعنی امداد کی تھی ۔

انصار نے رسول خدا سے جس امداد کا وعدہ کیا تھا اس کی کیفیت کتب سیرت میں یوں لکھی ہے کہ جب مدینہ کے بہتر آدمیوں نے عقبہ کے مقام پر رسول خداؐ سے دوسری مرتبہ ملاقات کی ، تو رسول خداؐ نے قرآن مجید کی چند آیات کی تلاوت کی اور ان کے سامنے اسلام کو پیش کیا اور ان سے کہا کہ ”میں تم سے یہ چاہتا ہوں کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ٹھکانا دو ، اور جس طرح تم اپنی عورتوں کی اور اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہو ، اسی جانفشانی کے ساتھ تم ہماری حفاظت کرو ۔ اور رنج اور راحت ہر حالت میں میری اطاعت کرو ۔“ اس پر اہلِ یثرب نے عرض کی کہ اگر ہم ایسا کریں تو ہمیں اس کا کیا صلہ ملے گا ۔ آپ نے فرمایا ”جنت“ ۔ یہ سن کر قبیلہ خزرج کے سردار براء بن معرور نے بیعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے لیے ہاتھ بڑھایا اور کہا : ''نعم و الذی بعثک بالحق لنمنعک مما نمنع منه ازرنا'' یعنی قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے ہم یقیناً آپ کی اسی طرح حفاظت کریں گے جس طرح ہم اپنی عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں -

انصار کا ذکر سورہ براءۃ میں دو مرتبہ آیا ہے - خداوند کریم نے ان کے ساتھ اپنی خوشنودی کا اظہار ذیل کی آیت میں کیا ہے اور ان کو جنت کی بشارت دی ہے :

السابقون الاولون من المهاجرین و الانصار و الذین تبعوهم باحسان رضی الله عنهم و رضوا عنه و اعد لهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ابداً ذلک الفوز العظیم ○

ترجمہ : یعنی مہاجرین میں سے جن لوگوں نے سبقت کی اور انصار اور وہ لوگ جنھوں نے ان کی نیکی کے ساتھ پیروی کی ، الله ان سے راضی ہوا ، اور وہ الله سے راضی ہوئے اور خدا نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ان کی بہت بڑی کامیابی ہے -

پھر اسی سورت کی ایک اگلی آیت میں ہے :

لقد تاب الله علی النبی و المهاجرین و الانصار و الذین اتبعوه فی ساعة العسرة من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منهم ثم تاب علیهم انه بهم رؤف رحیم ○

ترجمہ : یعنی الله نے یقیناً مہربانی کی نبی ؐ پر اور مہاجرین اور انصار پر جنھوں نے تنگی ترشی کی گھڑی میں اس کی پیروی کی اور قریب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل راہِ راست سے پھر بھٹک جائیں ۔ پھر اس نے ان پر مہربانی کی ، وہ ان پر شفقت کرنے والا اور مہربان ہے ۔

انصار کا واحد انصاری ہے ۔ سورہ براءۃ کی مذکورہ بالا آیت کی بناء پر صحابہؓ کرام کے اسماء گرامی کے ساتھ رضی اللہ عنہ کے الفاظ لکھے جاتے ہیں ۔

## بابل

بابل عراق کا ایک قدیم شہر ہے جو دریائے فرات پر واقع تھا اور جو ہاروت و ماروت کے سلسلے میں قرآن مجید مین ایک مرتبہ مذکور ہوا ہے ۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں ہے :

و اتبعوا ما تتلو الشیاطین علی ملک سلیمان و ما کفر سلیمان و لکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر و ما انزل علی الملکین ببابل ھاروت و ماروت ○

ترجمہ : یعنی انھوں نے یعنی بنو اسرائیل نے اس بات کی پیروی کی جو شیاطین نے سلیمانؑ کی سلطنت کے بارے میں گھڑی تھی ، اور سلیمان نے کفر اختیار نہیں کیا بلکہ شیاطین کافر ٹھہرے تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے ، نیز وہ بھی جو بابل میں ہاروت و ماروت پر اتارا گیا تھا ۔

بابل کا لفظ دو کلموں سے مرکب ہے ، باب اور ایل ۔ باب کے معنے دروازہ کے ہیں اور ایل اللہ کی دوسری صورت ہے ، لہٰذا بابل کے معنے ہوئے درگاہ الٰہی یا آستانہٴ خداوندی ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بابل کے لفظ سے ظاہر ہے کہ بابل والوں کی زبان سامی خاندان کی ہی ایک شاخ تھی ، جو عربی اور عبرانی سے بہت کچھ مشابہت رکھتی تھی - بعض اوقات اس زبان کو کلدانی کہا گیا ہے -

انگریزی میں بابل کو Babel لکھتے ہیں ، اور جس ملک یا مملکت کا وہ دارالحکومت تھا ، اسے Babylonia کہتے ہیں -

☆ ☆ ☆

© rasailojaraid.com